مولانا محمد عبدالحق چوہان مدظلہ'

"خلافت"

خداوند قدوس نے بنی نوع انسان کو ایک ایسی ممتاز اور منفرد خصوصی فطرۃ سے نوازا ہے کہ وہ اِس حیاتِ مستعار کے ہر لمحہ میں تعاونِ باہمی اور اشتراکِ عمل کا محتاج ہے :——

من عنایته الله سبحانه بالانسان ان خلق الانسان مدنی الطبع لایتم ارتفاقه الا بصحبة بنی نوعه و اجتماعهم و تعاونهم——

(البدور البازغة ص۸۴)

خداوند قدوس کی عنایات میں سے انسان پر ایک عنایۃ یہ ہے کہ انسان کو اس طرح کا مدنی الطبع پیدا کیا ہے کہ اسکی زندگی کے منافع اپنے ہم نوع افراد کی صحبت ان کے اجتماع اور باہمی تعاون کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔

انسان کی اس تمدّنی زندگی میں ہر فرد اور جماعت کے لئے ایک دُوسرے پر باہمی اشتراک کے باعث کچھ خصوصی حقوق ذمّہ ہوتے ہیں جن کے تحفظ اور صیانت کے لئے انسان فطری طور پر ایک ایسے ضابطۂ حیات اور قانونِ اجتماعی کا محتاج ہے کہ جس کی آئینی دفعات انسان کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کی متکفل ہوں۔ اور باہمی تعدی اور تجاوز کا انسداد کریں۔ اور پھر یہ بات بھی واضح ہے کہ انسانی افراد اپنے طبعی میلانات اور رجحانات کے اعتبار سے مختلف طبقات سے منسلک ہیں۔ بعض کا تعلق پیشۂ زراعت سے ہے اور بعض کا تجارت سے اور اسی طرح بعض افراد کا تعلق طبقۂ آجر سے ہے اور بعض کا اجیر سے۔ اب اگر قانونِ اجتماعی کے وضع کا اختیار انسانی افراد کو تفویض کیا جائے تو اس قانون میں عدل اور معاشرۂ انسانی کے ہر طبقہ کے حقوق کا تحفظ ناممکن ہے۔ کیونکہ وضع قانون کی تکمیل معاشرہ کے جس طبقہ کے سپرد کی جائے گی۔ اس قانون میں اسی طبقہ کے حقوق کا تحفظ تو ہوگا لیکن دُوسرے طبقات اپنے حقوق کے تحفظ اور

حصول سے محروم ہوجائیں گے۔ اس لئے یہ بات بھی فطری تقاضے کے مطابق ہے کہ قانون اس ذات مقدس کا ہو جو ان تمام احتیاجات اور طبقات کی وابستگی سے منزہ اور پاک ہے اور جس کے قانون عدل میں افراد انسانی کے تمام طبقات برابر ہیں۔ اَلْخَلْقُ عیالُ اللہ ۔ میں اسی حقیقت کی ترجمانی ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں ہے۔

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ	ہاں اسی اللہ کے لئے ہے پیدا کرنا اور
وَالْأَمْرُ ـــــــ	حکم دینا ـــــــ

یعنی جس طرح تکوینی امور میں خداوند قدوس کی ذات لاشریک ہے اسی طرح تشریعی احکام میں بھی اس کا کوئی سہیم و شریک نہیں اور پھر یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ تمام انسانی افراد میں خداوند قدوس کی ذات سے اخذ وحی اور تلقی احکام کی صلاحیت نہیں اس لئے خداوند قدوس نے اخذ وحی اور تلقی احکام کے لئے نوع انسان میں ایک ایسا طبقہ پیدا کیا ہے جو کہ اپنی فطری استعداد اور جوہر نفس کے لحاظ سے باقی انسانوں سے ممتاز ہے۔

نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام درغایت صفا وعلو فطرۃ آفریدہ شدہ است ودر حکمۃ الہی ہماں صفا وعلو فطرۃ مستوجب وحی گشتہ اند۔ وریاست عالم بایشاں مفوض شدہ (ازالۃ الخفاء صفحہ ۹ ج ۱)	انبیاء علیہم السلام انتہائی پاک اور بلند فطرۃ پر تخلیق کئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق اسی فطری تقدس اور علو کے باعث وحی الہٰی کے مستحق ہوئے۔ اور جہان کی قیادت ان کے سپرد کی گئی۔

چونکہ جہان کی سیادۃ وقیادۃ انبیاء علیہم السلام کے سپرد کی گئی اس لئے ان ہی ذوات مقدسہ کی تبلیغ واشاعت کے ذریعہ قانون الہٰی نافذ ہوا۔

گمان مکن کہ ارسال رسول فرستادن پیغمبر است از بالا بر پست یا از مشرق بمغرب یا از بلدے ببلدے۔ بلکہ معنی ارسال رسول از جانب حق جل وعلیٰ آں است کہ ارادۂ الٰہیہ متعلق شود بآنکہ شریعت	یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ پیغمبر کے بھیجنے کا یہ مطلب ہے کہ آسمان سے زمین کی طرف یا مشرق سے مغرب کی طرف یا ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف پیغمبر کو روانہ کرنا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر کے مبعوث

را جمہور بنی آدم بدانند تا صلاح ایشاں باشد واز مشہورات ذائعہ گردد وعقل وقویٰ ایشاں بآں علم حق ممتلی شود تا سبب حدوث وارادہ افعال خیر وکف از منہیات گردد، درحق بسیارے ——

[ازالۃ الخفا ر
ص ۲۵۹ ج ۱]

ہونے کا یہ مطلب ہے کہ خداوند قدوس کا ارادہ اس امر کے ساتھ متعلق ہو کہ جمہور بنی آدم اللہ تعالیٰ کی شریعت کا علم حاصل کریں تاکہ انکی اصلاح ہو جائے اور شریعت کی اشاعت ہو تاکہ انکی عقل اور قویٰ اس علم الٰہی سے پُر ہو جائیں اور بہت سے لوگ اعمال صالحہ سرانجام دیں اور بُرے اعمال سے اجتناب اختیار کریں۔

اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو خدمت ربّانی کا شرف حاصل ہے۔

واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ (سورۃ البقرہ پارہ ۱)

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانیوالا ہوں

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے قاضی ناصرالدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ اپنی مشہور تفسیر انوارالتنزیل اور اسرارالتاویل میں تحریر کرتے ہیں۔

والمراد بہ آدم علیہ السلام لانہ کان خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی ارضہ وکذالک کل نبی استخلفھم فی عمارۃ الارض وسیاسۃ الناس وتکمیل نفوسھم وتنفیذ امرہ فیھم لاحاجۃ بہ تعالیٰ الی من ینوبہ بل لقصور فیضہ بغیرہ بغیر وسط ——

اور اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ اس کی زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خلیفہ بنایا۔ زمین کی آبادی اور لوگوں کی نگرانی اور نفوس کی تکمیل اور اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے میں۔ اللہ تعالیٰ اس کا محتاج نہیں کہ کوئی اس کا خلیفہ ہو۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تلقی کسی واسطے کے بغیر ممکن نہ تھی۔

اس خلافت ربّانی کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اور اس سلسلہ کی تکمیل اور

ارتقائی منازل کی تمامیت اور اختتام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہوئی ۔ اس کے بعد خلافت نبوۃ اور خلافتِ عامہ کے سلسلہ کی ابتدا ہے ۔ صحیحین اور مسند احمد میں مروی حدیث میں خلافت کے اس انقسام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے :

كانت بنى اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبى خلفه نبى وانه لا نبى بعدى وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا ما تأمرنا قال فوا ببيعة الاول فالاول ـ

بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے بعد مبعوث کر دیتے، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت سے ہوں گے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ انکے بارہ میں کیا حکم دیتے ہیں ۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا پہلے اور پہلے کی بیعت پوری کرو ۔

اس خلافت کے لئے چند شرائط ہیں ۔ جبتک اِن شرائط کا تحقق نہ ہو اس وقت تک شرعی اعتبار سے خلافت کا ثبوت اور تحقق نہیں ہو سکتا ۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ان شرائط کے بیان کرنے سے قبل خلافت کا معنی اور مفہوم بیان کیا جائے ۔ لغت کے اعتبار سے خلافت کا معنی ہے ۔ کسی کی جانشینی ۔ اور شریعت میں اس کا یہ معنی ہے ۔

الخلافة هى الرياسة العامة فى التعدى لاقامة الدين باحياء العلوم الدينية واقامة اركان الاسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة واعطائهم من الفئ والقيام بالقضاء واقامة

خلافت ایک ایسی ریاست عامہ یعنی شورائی ہے جس سے مقصود احیاء علوم دینیہ کے ساتھ اقامت دین ہے ۔ اور ارکان اسلام کا قائم کرنا اور جہاد کا قیام اور جہاد کے متعلق جو امور ہوں جیسے لشکروں کی ترتیب مجاہدین کی تنخواہوں کا تقرر اور اقامت حدود اور مظالم کا انسداد ۔ نیکی کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ۔ خلیفۂ وقت

الحدود ورفع المظالم والامر بالمعروف والنھی عن المنکر نیابتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ازالۃ الخفاء ص۱)

امورِ خلافت کو اس اعتبار سے سرانجام دے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نائب ہے۔

یہ نظریۂ خلافت تو اسلامی عقائد کی بنیاد پر ہے لیکن ملتِ رافضیہ جو کہ اسلام کی حقیقی حریف مخالف ہے نظریۂ امامت کی بُنیاد پر نظامِ سیاست کی معتقد ہے۔ ان کے ہاں نظامِ حکومت کی مدار نظریہ "ولایۃ فقیہ" پر ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں شریعت کا مرکزِ ثقل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے علاوہ امام منتظر ہے۔ اسی بنا پر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ شیعہ مجتہدین کا فرض ہے کہ وہ امام آخر الزماں (امامِ غائب) کے نائب کی حیثیت سے نظامِ حکومت قائم کریں۔

خلافتِ عامہ میں خلیفۂ وقت کے لئے ان شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) ـــــ اول یہ کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ حکومتِ اسلامیہ میں اس کے سربراہ کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ کافر کو مسلمان پر حق تولیت حاصل نہیں۔

(۲) ـــــ ثانی یہ کہ وہ عاقل بالغ ہو کیونکہ مجنون اور غیر بالغ شرعاً اپنے ذاتی امور میں بھی تصرف نہیں کر سکتے چہ جائیکہ جمہور اُمت کے امور ان کے سپرد کئے جائیں۔

(۳) ـــــ ثالث یہ کہ رئیس مملکت مرد ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ وہ قوم کبھی بھی فلاح یافتہ نہیں ہو سکتی جس نے اپنے امور عورت کے سپرد کر دیئے ہوں۔ پھر یہ کہ عورت چراغِ خانہ تو ہے لیکن میر محفل نہیں۔

(۴) ـــــ رابع یہ کہ وہ سالم الحواس ہو یعنی گفتگو کر سکے گونگا نہ ہو، بہرا نہ ہو۔ نابینا نہ ہو۔ کیونکہ جب تک اس کے یہ حواس صحیح نہ ہوں اس وقت تک اس کے احکام دینے میں اشتباہ باقی رہے گا جس کی وجہ سے امور انتظامی میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہے۔

(۵) ـــــ خامس یہ کہ وہ آزاد مرد ہو اسکی گردن طوقِ غلامی سے آزاد ہو۔ کیونکہ غلام جب اپنے ذاتی اُمور میں تصرف نہیں کر سکتا تو اُمت کے اُمور کس طرح اس کے سپرد کئے جا سکتے ہیں۔

(۶) ـــــ سادس یہ کہ بہادر اور اُمورِ جنگ و صلح میں صاحب رائے ہو کیونکہ جب تک

خلیفۂ وقت میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں ۔ اس وقت تک فریضۂ جہاد کی سرانجام دہی نہیں ہو سکتی۔

(۷) ــــــ سابع یہ کہ صاحب کفایۃ ہو یعنی غیر تجربہ کار اور تن آسان کاہل نہ ہو کیونکہ کاہل اور غیر تجربہ کار سے امورِ سلطنت کی سرانجام دہی میں خلل واقع ہوگا۔

(۸) ــــــ ثامن یہ کہ عادل ہو اصطلاح شرح میں عادل کا یہ مطلب ہے کہ کبائر گناہوں سے اجتناب کرے اور اگر صغیرہ گناہ اس سے سرزد ہو جائے تو اس پر اصرار نہ کرے۔

(۹) ــــــ تاسع یہ کہ شرعی علوم کا ماہر ہو اس لئے کہ جس شخص کو شرعی احکام کا علم نہ ہوگا تو پھر وہ شریعت کے مطابق فیصلے کس طرح کرے گا۔

(۱۰) ــــــ عاشر یہ کہ رئیس مملکۃ صاحب سماحۃ ہو اور رجل سموح کی یہ تعریف ہے:

اما الرجل السموح فانہ وقور متحمل کاظم الغیظ جمیل ثابت القلب نافذ العزیمۃ لا یھولہ امر ولا یزعجہ شئ عما ھو علیہ عظیم السجود واسع المغفرۃ:
(ابدور البازغۃ ۵۳)

صاحبِ سماحت وہ شخص ہے جو کہ صاحب وقار باحوصلہ، درگزر کرنے والا، اچھی امید والا اور مضبوط دل والا ہو۔ اپنے ارادہ کو پورے کرنے والا ہو کوئی کام اس کو پریشان نہ کر سکے اور جس کام میں وہ مشغول ہو اس کام کے پورا کرنے سے کوئی طاقت اسکو روگردان نہ کر سکے باسخاوۃ ہو اور بہت مغفرۃ والا ہو۔

پھر یہ خلافت عامہ دو قسم پر منقسم ہے راشدہ اور جابرہ۔ پھر راشدہ دو قسم ہے۔ خاصہ راشدہ اور صرف راشدہ اور پھر خاصہ راشدہ دو قسم ہے منتظمہ اور غیر منتظمہ۔

۔خلافت راشدہ۔ خلافۃ راشدہ وہ خلافت ہے جس میں شرعی احکام پوری پابندی کے ساتھ نافذ کئے جائیں۔

خلافۃ را چوں بوصف راشدہ مقید کنیم معنیئش آں باشد کہ نیابت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم در کارہائے کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم بنا بر

خلافۃ کو جب صفتِ راشدہ سے مقید کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ان امور میں جو کہ آپ نے بحیثیت نبی ہونے کے

وصفِ پیغمبری می کردند از اقامۃ دین و جہاد اعدار اللہ و امضار حدود اللہ و احیار علوم دینیہ و اقامۃ ارکان اسلام و قیام بقضار و افتار و آنچہ بایں قبیل تعلق دارد بوجہے کہ از عہدۂ ما وجب بر آید دعاجی نباشد	سرانجام دیئے اقامۃ دین ، اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنا حدود کا اجرار ، علوم دینیہ کا احیار ، ارکانِ اسلام کا قائم کرنا محکمہ عدلیہ اور افتار کا قیام یا انکی طرح باقی امور دین اس طریقے پر ادا کرنا جیسا کہ وہ واجب ہوں

ازالۃ الخفار صہ ۲۵۷ ج ۱

اس خلافۃ راشدہ کی ایک قسم " خلافتِ خاصہ " ہے ۔ وہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مختص ہے ۔ اس کے لئے چند شرائط ہیں اور ان شرائط میں سے بعض یہ ہیں :

(۱) ـــــ وہ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہو جو کہ سورۃ نور یعنی آیۃ استخلاف کے نزول کے وقت موجود ہو اور ساتھ ہی اسکو غزوۂ بدر ، صلح حدیبیہ اور غزوۂ تبوک میں شرکت کا شرف حاصل ہو ۔

(۲) وہ خلیفہ ایسا صحابی ہو جس کو لسانِ نبوۃ سے خصوصی طور پر اہلِ جنۃ ہونے کی بشارت حاصل ہو ۔

(۳) ـــــ وہ خلیفہ ایسا صحابی ہو کہ اس کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً فرمایا ہو کہ یہ شخص صاحبِ مراتب افراد میں سے ہے یعنی صدیق شہید یا صالحین اور محدثین میں سے ہے ۔

(۴) ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی خلیفہ کے ساتھ کئی دفعہ " منتظر الامارۃ " جیسا معاملہ فرمایا ہو ۔

(۵) ـــــ خداوند قدوس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان میں سے بعض مواعید اس صحابی کے دورِ خلافۃ میں ظہور پذیر ہوئے ہوں ۔

(۶) ـــــ خلیفۂ وقت اپنی خلافت کے وقت اُمت میں سب سے افضل ہو ۔

خلافۃ خاصہ کا یہ دورِ خلافۃ ۔ خلفار اربعہ کے دورِ خلافۃ کے ساتھ مختص ہے ۔ حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشہور کتاب " ازالۃ الخفار عن خلافۃ الخلفار " میں اسی طرح اس خلافۃ خاصہ کا اختصاص بیان فرمایا ہے ۔ بعض لوگوں کو اس سے اشتباہ ہو

گیا ہے کہ خلافۃ راشدہ ہی ان حضرات کے دورِ خلافۃ میں محصور ہے۔ حالانکہ خلافتِ راشدہ اس سے عام ہے۔ یہ لوگ اپنے اس اشتباہ کی وجہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلفاء راشدین میں شمار نہیں کرتے۔ حالانکہ ان کا یہ نظریہ سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ جو شخص حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ راشد تسلیم کرے۔ ان کے نزدیک وہ شخص خارجی ہے۔

پھر یہ خلافۃ خاصہ دو قسم پر منقسم ہے ایک منتظمہ دوسری غیر منتظمہ خلفاء ثلاثہ کا دور خلافۃ منتظمہ ہے اور حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت غیر منتظمہ ہے۔ خلافۃ خاصہ کی اس تقسیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجاہد فی سبیل اللہ مولانا شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ تعالیٰ منصبِ امامۃ میں فرماتے ہیں:

باید دانست کہ چوں چراغ امامۃ در شیشۂ خلافۃ جلوہ گر گردید نعمۃ ربانی در باب پرورش نوع انسانی با تمام رسید و کمال روحانی باکمال۔ این رحمۃ رحمانی بشابہ نور علی نور لمعان آفتاب درخشید ہر چند بقیام خلافۃ راشدہ از جانب حق نعمۃ و رحمۃ تمام و کامل گردید۔ فاما گاہے سعادۃ اہل زمان اقتضاء می نماید کہ جماہیر اہل اسلام بر قبول خلافۃ راشدہ اتفاق نمایند و بجان و دل حکومۃ خلیفۂ راشد اختیار کنند امر خلافۃ ربانی انتظام می گیرد و مقدمہ سیاست ایمانی بخوبی سرانجام می پذیرد و آں را خلافۃ منتظمہ می گویند و در بعض احیان بحسب تقدیر ربانی و قضائے آسمانی ہر چند خلیفہ راشد بر روئے کار می آید، و در باب اقامۃ خلافۃ سعی بلیغ بجا می آرد فاما اتفاق جماہیر

واضح ہو کہ جب امامت کا چراغ شیشۂ خلافت میں جلوہ گر ہوا تو نعمت ربانی بنی نوع انسان کی پرورش کے لئے کمال تک پہنچی اور کمالِ روحانی اسی رحمۃ رحمانی کے کمال کے ساتھ نورٌ علیٰ نور آفتاب کے مانند چمکا۔ اگرچہ خلافۃ راشدہ کے قیام کے لئے نعمتِ رحمت حق جل وعلیٰ کی طرف سے تمام اور کامل ہوئی۔ لیکن کبھی اہلِ زمانہ کی سعادت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ جمہور اہلِ اسلام خلافۃ راشدہ کے قبول پر اتفاق کریں اور جان و دل سے خلیفۂ راشد کی حکومۃ تسلیم کریں۔ تو خلافۃ ربانی منتظم ہو جاتی ہے اور سیاست ایمانی کا مقدمہ بخوبی انجام پاتا ہے اس کو خلافتِ منتظمہ کہتے ہیں۔ لبعض وقت تقدیر ربانی اور قضائے آسمانی کے بموجب خلیفہ راشد ظہور فرماتا ہے اور اقامۃ خلافۃ

مسلمین صورة نه بندد و انتظام کافرامت
دست ندهد پس درین صورة اگرچه خلیفه
راشد موجود است و در اقامة خلافة ساعی
فاما انتظام خلافة بوقوع نیامده آن را
خلافة غیر منتظمه می گویند پس خلافة
راشده دو قسم شد خلافة منتظمه مثل خلافة خلفاء
ثلاثه و خلافة غیر منتظمه مثل خلافة مرتضیٰ
علی رضی اللہ عنہ ہے [منصب امامة ص۴۳]

کے لئے بہت کوشش کرتا ہے۔ لیکن جمہور
مسلمین کا اتفاق صورت پذیر نہیں ہوتا۔
اور امت کا انتظام ظہور میں نہیں آتا اسے
خلافت غیر منتظمہ کہتے ہیں۔
پس خلافت راشدہ دو قسموں پر منقسم ہوئی
ایک خلافت منتظمہ جیسا کہ خلافت خلفاء ثلاثہ
دوسری خلافت غیر منتظمہ۔ جیسا کہ خلافت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

خلافت جابرہ ۔ خلافتِ جابرہ وہ سلطنت ہے جس کے فیصلے شریعت کے مطابق نہ ہوں اس لئے خلافت جابرہ، خلافتِ راشدہ کے برعکس اور اس کے مقابلہ میں ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :

و مقابل آن خلافت جابره است که
در بسیاری از احوال مخالف شرع بعمل
آرد، و از عهدۂ واجب برنیامد، و
معطل گزارد بسیارے از آنچه میبایدتا آنکه
عاصی باشد در خلافت خود مثلاً اقامت
حدود و احیاء علوم دین نمی نماید
یا اقامت بوضعی میکند که شرع بآں
حکم نفرمود ۔ بجائے رجم می
سوزد ۔ و بجائے قصاص رجم
می نماید ۔

[ازالۃ الخفاء ص۲۵۷ ج ۱]

یعنی خلافت راشدہ کے مقابلہ میں خلافت
جابرہ ہے۔ یہ وہ ہے کہ جس میں بہت سے
کام شریعت کے مخالف ہوں۔ اور رئیس مملکت
شرعی اعمال و احکام جو اس کے ذمہ ہوں
ان کو پورا نہ کرے بلکہ معطل کردے اور
اسی ذمہ داری کے نہ ادا کرنے کی وجہ سے
وہ اپنی حکومت میں خدا کا نافرمان ہوگا۔ مثلاً
اقامت حدود پر عمل نہ کرے اور علوم دینی کا
احیاء نہ کرے یا اس طرح کے فیصلے کرے
کہ شریعت نے اس طرح کا حکم نہ دیا ہو
جیسے زانی کو سنگسار کرنے کی بجائے
جلادے یا قصاص لینے کی بجائے سنگسار کردے

بقیہ ۳۹ پر